علامہ سید سلیمان ندوی رحؒ

شخصیت و علمی خدمات

عبدالرشید عراقی

۱۸۷۱ء تا ۱۸۸۵ء کے دوران برصغیر میں جو نامور علماء' سیاسی رہنما' ادیب اور شاعر پیدا ہوئے۔ اس سے آسمانِ علم و ادب مہ و انجم سے جگمگا اٹھا۔ مولانا حسرت موہانی' مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی' مولانا شبیر احمد عثمانی' مولانا ابوالکلام آزاد' مولانا عبدالماجد دریا آبادی' قائداعظم محمد علی جناحؒ اور علامہ اقبالؒ سب اسی دور میں پیدا ہوئے تھے۔ علامہ سید سلیمان ندوی کو اس علمی کہکشاں میں کوکب تاباں کی حیثیت حاصل ہے۔ جامعیت' علمی تبحر' وسعت مطالعہ 'تحقیقی ذوق اور علوم اسلامیہ میں ہمہ گیری میں ان کی نظیر معاصرین میں کمیاب ہے۔ اُن کے علمی کمالات کا ایک مختصر مضمون میں کیا' ضخیم کتابوں میں احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ سید سلیمان ندوی عالم دین بھی تھے' مؤرخ بھی تھے' محقق بھی تھے' صاحب طرز انشاپرداز بھی تھے' جغرافیہ دان بھی تھے 'لسانیات کے رمز آشنا بھی تھے' عمرانیات کے دقیقہ رس بھی تھے 'نقاد بھی تھے 'صحافی بھی تھے اور سب سے بڑھ کر اعلیٰ پایہ کے سیرت نگار بھی تھے۔

علوم قرانیہ 'تفسیر' حدیث' سیرت 'فن رجال' تاریخ اسلام' تاریخ افکار اسلامی' منطق و فلسفہ 'علم الکلام' علم لغت' غرض ماضی کے شاندار تہذیبی ورثے کا کوئی ایسا اہم پہلو نہ رہا ہو گا' جس میں علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے اپنی بصیرت و فراست اور ژرف نگاہی کا ثبوت نہ دیا ہو۔

علامہ سید سلیمان ندوی جامع الصفات شخصیت تھے۔ آپ نے صرف مذہبی اور تاریخی موضوعات پر قلم نہیں اٹھایا' بلکہ ادب اور تحقیق کے میدان میں بھی اپنا نام روشن کیا۔ ایک

طرف اگر آپ نے سیرت النبیؐ ' سیرت عائشہؓ اور حیات امام مالکؒ لکھ کر علمائے کرام کی صف میں ایک بلند مقام حاصل کیا تو دوسری طرف "خیام" لکھی۔ جو تحقیق و تنقید کا وقیع کارنامہ ہے اور اس تصنیف سے آپ نے ادب اردو میں ایک منفرد مقام حاصل کیا۔ تاریخ کے میدان میں تاریخ ارض القرآن ' عرب و ہند کے تعلقات اور عربوں کی جہاز رانی ان کی بے مثال کتابیں ہیں۔

علامہ سید سلیمان ندوی کا تعلق صوبہ بہار سے تھا۔ برصغیر میں صوبہ بہار کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ سیاسی ' علمی ' ادبی ' تعلیمی اور تہذیبی اعتبار سے اس صوبہ کا شمار برصغیر کے دوسرے صوبوں کے مقابلہ میں خاص فوقیت رکھتا ہے۔ متعدد علمائے کرام ' شعرائے عظام ' سیاسی رہنما ' ادیب اور اعلیٰ سرکاری افسر اس صوبہ میں پیدا ہوئے اور ان حضرات نے برصغیر میں ایسی علمی ' ادبی اور سیاسی خدمات سرانجام دیں ' جن کا تذکرہ ہمیشہ تاریخ میں محفوظ رہے گا

برصغیر کے ممتاز علمائے حدیث کا تعلق صوبہ بہار سے تھا اور ان کی علمی خدمات تاریخ اسلام کا ایک زریں باب ہے۔

ان میں مولانا شاہ نور علی محدث (م ۱۲۷۲ھ) تلمیذ حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق فاروقی دہلوی (م ۱۲۵۲ھ) مولانا فرحت حسین (م ۱۲۷۴ھ) مولانا عنایت علی عظیم آبادی (م ۱۲۷۳ھ) مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م ۱۳۳۶ھ) اور مولانا سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) سرفہرست ہیں۔

پیدائش

علامہ سید سلیمان ندوی ۲۲ نومبر ۱۸۸۴ء مطابق ۲۳ صفر ۱۳۰۲ھ بروز جمعۃ المبارک دیسنہ ضلع پٹنہ میں پیدا ہوئے۔[1]

ابتدائی تعلیم

سید سلیمان ندوی نے ابتدائی تعلیم اپنے برادر بزرگ مولانا سید ابو حبیب (م ۱۳۴۶ھ) تلمیذ حضرت مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری (م ۱۳۳۷ء) سے حاصل کی۔ مولانا سید ابو حبیب سے آپ نے فارسی عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ ۱۸۹۹ء

میں پھلواری شریف ضلع پٹنہ چلے گئے اور وہاں آپ نے مولانا شاہ علی حبیب نصر (م ۱۳۱۵ھ) سے بہت سی درسی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد مدرسہ امدادیہ در بھنگہ تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور مدرسہ امدادیہ در بھنگہ کے زمانہ قیام میں طلبہ کی انجمن میں "تعلیم نسواں" پر ایک ایسا مضمون پڑھا کہ طلبہ کے علاوہ اساتذہ کرام نے بھی داد تحسین دی۔[۲]

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں

سید صاحب ۱۹۰۱ء مطابق ۱۳۱۹ھ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوئے اور یہاں ۵ سال رہ کر ۱۹۱۶ء/ ۱۳۲۴ھ میں سندِ فراغ حاصل کی۔ ندوۃ میں آپ نے مولانا شبلی نعمانی (م ۱۳۳۲ھ) مولانا محمد فاروق چریاکوٹی (م ۱۳۲۷ھ) مولانا مفتی عبداللطیف سنبھلی مراد آبادی (م ۱۳۳۷ھ) اور مولانا حفیظ اللہ اعظم گڑھی (م ۱۳۶۳ھ) سے تعلیم حاصل کی۔[۳]

ندوہ میں آپ نے تقریر و تحریر پر توجہ کی۔ آپ نے پہلا مضمون ۱۹۰۳ء میں علم اور اسلام کے عنوان سے لکھا۔ جو علی گڑھ منتھلی میں شائع ہوا۔ ۱۹۰۴ء میں دار العلوم ندوہ سے الندوہ کے نام سے ماہوار علمی و ادبی رسالہ جاری ہوا۔ جس کے عملہ ادارت میں مولانا شبلی نعمانی (م ۱۳۳۲ھ) اور مولانا حبیب الرحمان خان شیروانی (م ۱۳۶۹ھ) شامل تھے۔ سید صاحب نے اس میں پہلا مضمون مسلم حدیث کے عنوان سے لکھا۔[۴]

ندوہ کے زمانہ قیام میں سید صاحب کو مطالعہ کا شوق پیدا ہوا۔ اور آپ نے ہر فن کی بہترین اور اعلیٰ پایہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ سید صاحب نے تفصیل سے اپنی ان محبوب کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ جن کا انہوں نے بار بار اور گہرا مطالعہ کیا تھا اور جو ان کی فکری نشو ونما پر اثر انداز ہوئیں۔ ان کتابوں میں حضرت شاہ عبدالعزیز کی بستان المحدثین اور عجالہ نافعہ ' امام مالک کی موطا' حافظ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ ' ابن حجر کی فتح الباری ' ابن ندیم کی کتاب الفہرست ' حاجی خلیفہ کی کشف الظنون ' ابن خلکان کی وفیات الاعیان شہرستانی کی الملل و النحل ' ابن رشد کی کتاب الادلہ اور شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ کے نام خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر ہیں۔[۵]

تعلیم سے فراغت

۱۳۲۴ھ ر ۱۹۰۶ء میں ندوہ سے سند فراغت حاصل کر لی۔ اور جلسہ دستار بندی میں سید صاحب نے "علوم جدیدہ وقدیمہ کا موازنہ" پر تقریر کی۔ تو آپ کی تقریر کو حاضرین نے بہت پسند کیا۔ سید صاحب کو عربی زبان پر کافی عبور تھا۔ اسی جلسہ میں آپ نے عربی میں "ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کیونکر ہو" کے موضوع پر عربی میں تقریر کی۔ ہر طرف سے احسنت و آفرین کی صدائیں بلند ہوئیں۔ مولانا شبلی مرحوم نے جوش مسرت سے اپنے سر سے عمامہ اتار کر سید صاحب کے سر باندھ دیا[6]۔

اسی سال مولانا شبلی نے الندوہ کی سب ایڈیٹری ان کے سپرد کر دی اور سید صاحب نے اس رسالہ میں متعدد علمی و تحقیقی موضوعات پر مضامین لکھ کر اپنی بالغ نظری اور تقریری سلیقہ کا ثبوت دیا۔ الندوہ میں آپ کے بہت سے مضامین شائع کئے۔ مثلاً

۱۹۰۷ء۔ عربی زبان کی وسعت، بحر العلوم

۱۹۰۸ء۔ مسئلہ ارتقاء اور قرآن مجید، ایمان بالغیب، ابن خلکان۔

۱۹۰۹ء۔ مکرراتِ قرآن، اسلامی رصد خانے، تحریم شراب۔

۱۹۱۰ء۔ کتب خانہ اسکندریہ۔

۱۹۱۱ء۔ اشتراکیت اور اسلام، الاحتساب فی الاسلام، اسماء القرآن۔

۱۹۱۲ء۔ عذاب۔

ایمان بالغیب اور مکرراتِ قرآن پر مولانا شبلی نعمانی مرحوم نے اپنے ایک خط میں سید صاحب کو داد دی[7]۔

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سٹاف میں

مولانا شبلی نعمانی (م ۱۳۳۲ھ) کو سیرت النبی کی تالیف کا خیال بہت عرصہ سے تھا اور آپ نے اس کا آغاز ۱۹۰۳ء ر ۱۳۲۱ھ میں کر دیا تھا جیسا کہ انہوں نے اس کا اظہار ان اشعار میں کیا ہے ؎

عجم کی مدح کی عباسیوں کی داستان لکھی
مجھے چندے مقیم آستان غیر ہونا تھا

مگر اب لکھ رہا ہوں سیرت پیغمبر خاتمؐ
خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا

۱۹۱۰ء میں مولانا شبلی نے سیرت النبی کی ترتیب وتدوین کا ایک شعبہ قائم کیا تو سید صاحب اس کے لٹریری اسسٹنٹ مقرر ہوئے اور اس کام میں انہوں نے مولانا شبلی کی پوری مدد کی اور اس کے ساتھ ہی ۱۹۱۲ء تک الندوہ کی نائب ادارت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔[۴۵]

"الہلال" کلکتہ کے عملہ ادارت میں

۱۳ جولائی ۱۹۰۶ء کو مولانا ابوالکلام آزاد (م۱۳۷۸ھ) نے کلکتہ سے ہفتہ وار "الہلال" جاری کیا۔ اس رسالے میں مذہب' سیاست' معاشیات' جغرافیہ' تاریخ' عمرانیات' سوانح' ادب اور حالات حاضرہ پر اعلیٰ معیار کے مضامین اور مقالے چھپتے تھے۔ اور کتابوں' رسالوں اور اخبارات پر تبصرے بھی شائع ہوتے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد بھی الندوہ ہی کے سب ایڈیٹر رہے تھے۔ اس لئے سید صاحب سے ان کا تعلق خاص تھا۔

۱۹۱۱ء میں جب اٹلی نے طرابلس پر حملہ کیا۔ تو اس سے ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک شور برپا ہو گیا اور ان کی سیاست میں ابال آ گیا۔ سید صاحب بھی اس سے متاثر ہوئے اور خالص علمی مشاغل چھوڑ کر سیاست کے میدان میں آئے۔ الہلال اس سے پہلے بند ہو چکا تھا۔ جولائی ۱۹۱۲ء میں دوبارہ شائع ہونا شروع ہوا۔ اور اس دور میں الہلال نے ملکی اور اسلامی سیاست میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ چنانچہ سید سلیمان مئی ۱۹۱۳ء میں الہلال کی مجلس ادارت میں شامل ہو گئے۔ اس کے چند ماہ بعد اگست ۱۹۱۳ء میں مسجد کان پور کے بعض حصوں کے جبری انہدام کا حادثہ فاجعہ پیش آیا۔ جس میں نہتے مسلمانوں اور معصوم بچوں پر بے دردی سے گولیاں چلائی گئیں۔ اس خونی حادثہ سے متاثر ہو کر سید صاحب نے ۱۲ اگست ۱۹۱۳ء کے الہلال میں اپنے خون دل سے مشہد اکبر کے عنوان سے ایک درد انگیز مضمون لکھا۔ حکومت نے اس کی تاب نہ لا کر اس شمارہ کو ضبط کر لیا۔[۴۶]

الہلال میں سید صاحب نے بیشتر علمی وتحقیقی مضمون لکھے۔ علوم القرآن کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جو مارچ ۱۹۱۴ء کے الہلال میں شائع ہوا۔ الہلال میں مضمون نگاروں

کے نام نہیں شائع ہوتے تھے اس لئے ہر مضمون کو مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی طرف منسوب کرایا جاتا تھا۔ حالانکہ تمام مضامین مولانا ابوالکلام آزاد کے نہیں ہوتے تھے۔ سید صاحب لکھتے ہیں۔

> الہلال میں مضمون نگاروں کے نام نہیں لکھے جاتے تھے۔ اس لئے الہلال کے مضامین کے مجموعے شائع کرنے والوں نے بلاتحقیق ہر مضمون کو مولانا ابوالکلام کی طرف منسوب کر دیا۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ الحریۃ فی الاسلام، تذکرہ نزول قرآن، حبشہ کی تاریخ کا ایک ورق، قصص بنی اسرائیل اور مشہدا کبروغیرہ میرے مضامین ہیں۔[سلے]

دکن کالج پونہ میں اسسٹنٹ پروفیسر

مولانا سید سلیمان ندوی نے جب سے الہلال کے عملہ ادارت میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔ مولانا شبلی نعمانی کو اس سے اتفاق نہیں تھا۔ ان کی خواہش تھی، کہ سید صاحب کا تقرر کسی موزوں جگہ ہو۔ چنانچہ مولانا شبلی نے سید صاحب کو بتائے بغیر پروفیسر شیخ عبدالقادر (م ۱۳۱۹ھ) کے ذریعہ کوشش کر کے دکن کالج پونہ السنہ الشرقیہ کے اسسٹنٹ پروفیسر کے عہدہ پر تقرر کرا دیا۔ چنانچہ سید صاحب ۱۹۱۴ء میں الہلال کے عملہ ادارت سے مستعفی ہو کر پونہ چلے گئے۔ *

---

* سید صاحب اس تقرری کے بارے میں لکھتے ہیں۔

انگریزی عہد میں کسی طلب اور درخواست کے بغیر کسی سرکاری نوکری پانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مگر میرے ساتھ یہ بھی ہوا کہ میں ان دنوں لکھنؤ میں مقیم تھا۔ کہ مجھے بمبئی گورنمنٹ کے محکمہ تعلیم کا سرکاری لفافہ موصول ہوا کہ تم کو دکن کالج پونہ میں السنہ الشرقیہ کا اسسٹنٹ پروفیسر مقرر کیا گیا ہے۔ میں سمجھا کہ میرے پتے پر غلط مراسلہ آ گیا ہے۔ کیونکہ میں نے اس کی درخواست نہیں دی تھی۔ میں اسی حیص بیص میں تھا کہ شام کی حاضری میں مولانا شبلی سے اس واقعہ کو بیان کیا۔ فرمایا کہ مراسلہ آ گیا۔ اچھا ہوا۔ پروفیسر عبدالقادر کو شکریہ کا خط لکھو، اور پونہ روانہ ہو جاؤ۔ میں نے کچھ معذرت کرنی چاہی۔ مگر ان کی خوشی اسی میں پائی۔ اور شیخ صاحب کے پاس پونہ روانہ ہو گیا اور ڈھائی تین سال ان کے ساتھ رہا۔

(یادرفتگان ص ۴۴۳ طبع کراچی ۱۹۸۳ء)

سیرۃ عائشہؓ اور ارض القرآن کی تالیف کا آغاز

۱۹۱۳ء میں سید سلیمان نے پونہ میں سیرۃ عائشہ کی تالیف کا آغاز کیا۔ اس کتاب کی تالیف کی تحریک نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ بھوپال (م۱۳۴۹ھ) نے کی تھی۔ علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے بھی اس کتاب کی تالیف میں سید صاحب کی حوصلہ افزائی کی اور اپنے خطوں کے ذریعہ مفید مشوروں کا سلسلہ جاری رکھا[11]۔ سیرۃ عائشہؓ علامہ شبلی کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکی اور اس کی تکمیل ۱۹۲۰ء میں ہوئی۔

ارض القرآن کی تالیف کا آغاز بھی آپ نے پونہ میں کیا تھا۔

سید صاحب لکھتے ہیں!

میرے قیام پونہ کی بڑی یادگار ارض القرآن کی تصنیف ہے اگرچہ اس کا آغاز کلکتہ میں کیا جا چکا تھا۔ مگر اس کی تکمیل اسی زمانہ میں ہوئی اور یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اگر شیخ صاحب کی رفاقت نہ ہوتی تو اس کتاب کو کبھی اس طرح نہ لکھ سکتا پونہ میں ہونے کی وجہ سے جہاں اسرائیلیوں 'یہودیوں کی اکثریت ہے۔ مجھے عبرانی سے آشنا ہونے کی فرصت ہاتھ آئی اور شیخ صاحب کے ذریعہ سے بمبئی کے کتب خانوں سے کتابوں اور پرانے علمی رسالوں کے ملنے کے مواقع ہاتھ آئے اور عجب نہیں کہ اسی کام کیلئے مشیت الٰہی نے پونہ کے قیام کو میرے لئے مقدر کیا تھا[12]۔

دارالمصنّفین کا قیام...... مولانا شبلی نے اپنی وفات سے پہلے دار المصنفین کا خاکہ تیار کر لیا تھا مگر اس کو عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ ۱۹۱۴ء میں مولانا شبلی نے انتقال کیا اور ۱۹۱۵ء میں سید صاحب نے اعظم گڑھ میں مولانا مسعود علی ندوی (م۱۳۸۵ھ) کے انتظامی تعاون اور مولانا عبدالسلام ندوی (م۱۳۷۶ھ) کے علمی اشتراک سے دار المصنفین کی بنیاد ڈالی[13] اور اس کے ساتھ ہی دکن کالج پونہ سے استعفیٰ دے کر اعظم گڑھ میں مستقل طور پر سکونت اختیار کر لی۔

ارض القرآن جلد اول کی اشاعت

اپریل ۱۹۱۵ میں اپنی مشہور تصنیف ارض القرآن کی جلد اوّل کی اشاعت

سے دار المصنفین کے تصنیفی کام کا آغاز کیا۔ اہلِ علم نے اس کتاب کے آئینہ میں دار المصنفین کے درخشاں مستقبل کا نقشہ دیکھا۔ اس وقت معارف پریس قائم نہیں ہوا تھا۔ اس لئے یہ کتاب مطبع شاہی لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ اپریل ۱۹۱۶ء میں دوسری کتاب مکاتیبِ شبلی کی جلد اوّل شائع کی۔ یہ کتاب بھی مطبع شاہی لکھنؤ میں چھپی۔

معارف پریس کا قیام اور رسالہ معارف کا اجراء...... جون ۱۹۱۶ء میں معارف پریس قائم ہوا اور اس میں پہلی کتاب مکاتیب شبلی کی دوسری جلد طبع ہوئی۔ جولائی ۱۹۱۶ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ آپ نے دار المصنفین کا ماہوار رسالہ معارف جاری کیا[۱۴]۔ معارف میں بیش قیمت علمی، مذہبی، دینی، تاریخی، ادبی، تنقیدی مضامین شائع ہوتے تھے۔

سید سلیمان نے معارف کے پہلے شمارہ میں لکھا۔

رسالہ کا پہلا نمبر ہم رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں شروع کرتے ہیں کہ ہمارے علوم و معارف کی سب سے پہلی کتاب اسی ماہ مقدس میں نازل ہوئی۔ "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ" الندوہ سے رخصت ہو کر آج ہم پھر پبلک میں آئے ہیں اور معارف کے نام سے ایک دوسرا تحفہ ان کی خدمت میں پیش کرتے ہیں ؎

آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند[۱۵]

معارف کے اجراء کے بعد عرصہ دراز تک اس کی ادارت کے جملہ فرائض سید صاحب بالکل تنہا انجام دیتے رہے۔ وہی بلا شرکت غیرے اس کے مدیر مسؤل تھے۔ صرف ۱۹۲۰ء میں جب وہ یورپ کے سفر پر گئے تو ۸ ماہ کیلئے مولانا عبدالماجد دریا آبادی (م ۱۳۹۸ھ) نے اس رسالہ کی ادارت کی ذمہ داری سنبھالی تھی۔ جولائی ۱۹۴۶ء میں سید صاحب ریاست بھوپال کے امیر جامعہ اور قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ اس وقت بھی رسالہ کی فی الجملہ نگرانی کا کام ان ہی کے سپرد تھا۔ لیکن ان کی عدم موجودگی میں عملی طور پر مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی (م ۱۹۷۴ء) نے رسالہ کی ادارت کی۔ (درمیان میں صرف ایک سال یعنی ۱۹۴۷ء میں مولانا ریاست علی ندویؒ اس کے مدیر رہے) انھوں نے شذرات اور تبصرے بھی لکھے۔ جو پہلے سید صاحب خود لکھتے تھے۔ ۱۹۴۹ء میں شریک مرتب کی حیثیت سے

رسالہ کے سرورق پر شاہ معین الدین احمد ندوی کا نام باقاعدہ طور پر آنے لگا حالانکہ اب بلا شرکت غیرے تمام تر ان ہی کی ترتیب ،ہوتی تھی۔

جون ۱۹۵۰ء سید صاحب پاکستان تشریف لے آئے۔ تو بعض قانونی پیچیدگیوں کے باعث رسالہ کے سرورق سے اس کے بانی و محسن کا نام ختم کرنا پڑا اور جولائی ۱۹۵۱ء سے معارف کی ادارت ایک مستقل مجلس کے سپرد کر دی گئی۔ جس کے ارکان میں منتخب اہل علم اور اکابر اہل قلم شامل تھے۔ اس مجلس کے چیف ایڈیٹر مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مقرر ہوئے۔ جو سید صاحب کے تربیت یافتہ اور ان ہی کے فیضان کمال کا عکس جمیل تھے۔

معارف کی مجلس ادارت میں مختلف وقتوں میں مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ ' مولانا مناظر احسن گیلانیؒ ' ڈاکٹر عبد الستار صدیقیؒ ' مولانا عبد السلام ندویؒ ' مولانا سید ابو الحسن علی ندوی ' مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ ' مولانا محمد اویس نگرامی ' مولانا عبد السلام قدوائی ندوی ' ڈاکٹر نذیر احمد اور مولانا سید صباح الدین عبد الرحمٰن کے نام ملتے ہیں۔

۱۹۷۴ء میں مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی نے انتقال کیا۔ تو معارف کے ایڈیٹر مولانا صباح الدین عبد الرحمٰن مقرر ہوئے اور مجلس ادارت میں مولانا سید ابو الحسن علی ندوی ' پروفیسر ڈاکٹر نذیر احمد اور مولانا ضیاء الدین اصلاحی کے نام شامل ہوئے[17]

۱۸ نومبر ۱۹۸۷ء کو مولانا صباح الدین عبد الرحمٰن کا انتقال ہو گیا اور اب اس کے ایڈیٹر مولانا ضیاء الدین اصلاحی مقرر ہوئے ہیں[18]

معارف کو خوب سے خوب تر بنانے اور عصری صحافت میں اس کو صف اول میں جگہ دلانے کے لئے سید صاحب نے اپنی علمی و صحافتی صلاحیتوں کو صرف کر دیا تھا اور اس کو اپنی نوعیت کا مثالی رسالہ بنانے کے لئے سید سلیمان نے ان تمام تجربات سے فائدہ اٹھایا جو الندوہ اور الہلال کی سب ایڈیٹری کے زمانے میں انہوں نے حاصل کئے تھے۔

معارف کا ایک اہم اور امتیازی کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اپنے عہد کے علمی و تصنیفی جمود کو توڑا اور خالص علمی و تحقیقی موضوعات پر بیش قیمت مواد پیش کیا۔ مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی (م ۱۹۷۴ء) لکھتے ہیں۔

معارف نے سینکڑوں علمی موضوعات اور مسائل پر اور اسلامیات کی مختلف شاخوں پر مضامین کا اتنا بڑا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ جس سے علوم اسلامی کی انسائیکلوپیڈیا مرتب کی جا سکتی ہے[19]

معارف کی اہمیت اور قدر افزائی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ملک کے اساطین علم وادب نہ صرف اس کو شوق سے ہاتھوں ہاتھ لے کر پابندی سے پڑھتے تھے۔ بلکہ اس کی جلدوں کو محفوظ رکھنے کا اہتمام کرتے تھے۔ علامہ اقبالؒ (م۱۹۳۸ء) سید صاحب کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

یہی ایک رسالہ ہے جس کے پڑھنے سے حرارت ایمانی میں ترقی ہوتی ہے۔[۹۱]

مولانا ابوالکلام آزاد (م۱۹۵۸ء) اپنے ایک خط میں سید صاحب کو لکھتے ہیں۔

معارف کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔ صرف یہی ایک پرچہ ہے اور ہر طرف سناٹا ہے۔ بحمد اللہ مولانا شبلی مرحوم کی تمنائیں رائیگاں نہیں گئیں اور صرف آپ کی بدولت ایک ایسی جگہ بن گئی جو خدمت علم وتصنیف کے لئے وقف ہے۔[۹۲]

مولانا عبدالمجید سالک مرحوم نے معارف پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا۔

۱۹۱۶ء میں دار المصنفین کا مشہور علمی پرچہ معارف جاری ہوا۔ جو بلا مبالغہ دنیائے اسلام کا بہترین علمی وتحقیقی رسالہ ہے اور جس نے ہمارے تاریخ وتحقیق کے ذخیرہ کو مالامال کیا۔[۹۳]

معارف بنیادی طور پر ایک علمی وتحقیقی رسالہ ہے۔ اس لئے اس میں بیشتر اسلامی اور مشرقی موضوعات پر مستند اور معیاری مضامین شائع ہوتے ہیں لیکن تنوع قائم رکھنے کیلئے تنقیدی وادبی مقالات بھی کثرت سے شائع کئے گئے ہیں۔ بلاشبہ معارف کو جامعیت اور تنوع کے اعتبار سے علوم اسلامیہ کی انسائیکلوپیڈیا قرار دیا جاسکتا ہے۔

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد اول کی اشاعت...... سیرۃ النبی کی جلد اول مولانا شبلی نعمانی (م۱۳۳۲ھ) کی تالیف ہے اور مولانا شبلی نے اس کی تکمیل کر لی تھی مگر اس کی اشاعت سے پہلے ان کی زندگی کا ورق آخر ہو گیا۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے اس کے جو اجزاء منتشر تھے، ان کو قرینہ سے جمع کیا اور جو مباحث تشنہ تھے، ان کو تحقیق وتدقیق سے پورا کیا۔ جو حواشی نامکمل تھے ان کو مکمل کیا اور اگست ۱۹۱۸ء مطابق ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ مطبع معارف پریس سے اس کو شائع کیا۔

مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں!
چار برس کے شدید انتظار اور شدید مزاحمتوں کے بعد آخر سیرۃ النبی کی جلد اول شائقین کے ہاتھوں پہنچ گئی۔ یہ جیسی بھی اور جس طرح بھی چھپی وہ موجودہ حالات میں نہایت مغتنم ہے[۲۲]

ارض القرآن جلد دوم اور حیات امام مالکؒ کی اشاعت...... ۱۹۱۸ء میں ارض القرآن کی جلد دوم شائع کی۔ اس وقت سید صاحب کی عمر ۳۴ سال تھی۔ اس کتاب میں انہوں نے اپنی تحقیق وتدقیق کو جس انداز میں سمیٹ کر پیش کیا ہے۔ اس سے ان کی کاوش فکر، بالغ نظری اور طرز نگارش کا ایک عجیب وغریب نمونہ دکھائی دیتا ہے جو کسی مصنف یا اہل قلم کے یہاں کم ملے گا[۲۳] اسی سال آپ نے امام مالک بن انس (م۱۷۹ھ) کے حالات اور علمی کارناموں پر حیات امام مالک کے نام سے کتاب شائع کی۔ یہ کتاب دراصل آپ کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو آپ نے الندوہ میں لکھے تھے اور ان کے علاوہ آپ نے اپنا رسالہ اہل السنۃ والجماعۃ جو پہلے معارف میں شائع ہوا تھا، کتابی صورت میں شائع کیا۔

مجلس خلافت کا قیام...... ۱۹۱۸ء میں ترکی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور اس کے ساتھ اسلام کو سخت دھچکا لگا۔ مسلمانوں کے مقامات مقدسہ خطرے میں پڑ گئے اور تمام اسلامی ممالک میں بے چینی پھیل گئی۔ برصغیر کے مسلمان بھی اس سے متاثر ہوئے۔ چنانچہ برصغیر کے مسلمان زعماء نے ترکی حکومت کی بحالی کیلئے مجلس خلافت قائم کی اور اس کے قیام کی تحریک میں مندرجہ ذیل علمائے کرام اور زعمائے عظام نے کافی جدوجہد کی۔
مولانا عبدالباری فرنگی محلی (م۱۳۴۴ھ)، مولانا کفایت اللہ دہلوی (م۱۳۷۲ھ)، مولانا محمد علی جوہر (م۱۳۴۹ھ)، مولانا شوکت علی (م۱۳۴۶ھ)، مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان (م۱۳۶۴ھ) اور چودھری خلیق الزمان (م۱۳۹۲ھ)
۱۹۱۹ء میں مجلس خلافت کا پہلا اجلاس لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے اس اجلاس میں شرکت کی اور آپ نے اس اجلاس میں علماء اور ارباب سیاست کے درمیان حلقہ اتصال کا کام کیا اور ایسی پر درد تقریر کی کہ مسند صدارت سے پائیں تک ساری مجلس بزم

ماتم بن گئی۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور چودھری خلیق الزماں کے سارے اختلافات خس وخاشاک کی طرح بہہ گئے ۲۴؎

وفد خلافت کی رکنیت...... فروری ۱۹۲۰ء میں مولانا محمد علی جوہر کی قیادت میں مجلس خلافت کا وفد جزیرۃ العرب کے مقامات مقدسہ کے تحفظ اور ترکی کے معاملات میں انصاف طلبی کے لئے بھیجا گیا۔ اس وفد کے دوسرے ارکان سید حسینؒ، سید سلیمان ندویؒ اور حسن محمد حیات تھے۔ اس وفد میں سید صاحب کا انتخاب خلافت کی مذہبی حیثیت کو واضح کرنا تھا اور آپ کی حیثیت محض ایک معزز رکن ہی کی نہیں تھی بلکہ ایک محقق، مفکر اور فاضل کی تھی ۲۵؎

سید صاحب نے اس سفر میں نہ صرف برطانوی وزیراعظم لائڈ جارج اور دوسرے ممتاز لیڈروں سے سیاسی مذاکرات کئے بلکہ انڈیا آفس لائبریری کا بھی معائنہ کیا اور اس پر ایک علمی مقالہ انڈیا آفس میں اردو کتابیں لکھا جو معارف ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا ۲۶؎۔

جمعیت العلماء کا قیام...... برصغیر کی تحریک آزادی کی جدوجہد میں علمائے کرام نے ایک نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م۱۱۷۶ھ) نے سب سے پہلے اس سلسلہ میں علمی وعملی کوشش کی اور ان کے بعد آپ کے نامور پوتے حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید (ش۱۲۴۶ھ) اور حضرت سید احمد شہید (۱۲۴۶ھ) نے برصغیر کی تحریک آزادی میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور اپنی جانوں کی بھی قربانی دی۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن اسیر مالٹا (م۱۳۳۹ھ) کی تحریک پر جمعیت العلماء کا قیام عمل میں لایا گیا اور اس سلسلہ میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی (م۱۳۴۴ھ)، مولانا کفایت اللہ دہلوی (م۱۳۷۲ھ)، مولانا احمد سعید دہلوی (م۱۳۷۸ھ)، مولانا سید سلیمان ندوی (م۱۳۷۳ھ)، مولانا ثناءاللہ امرتسری (م۱۳۶۸ھ) اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی (م۱۳۸۳ھ) کی خدمات قابل قدر ہیں۔

وفد حجاز کی قیادت...... ۱۹۲۴ء میں جب سلطان عبدالعزیز آلِ سعودؒ نے شریف حسین کو شکست دے کر حجاز پر قبضہ کر لیا تو وہاں جمہوری اور شرعی حکومت کے قیام کی کوشش کی۔ مجلس خلافت کا نقطہ نظریہ تھا کہ حجاز میں دنیائے اسلام کے مشورہ سے جمہوری اور شرعی حکومت قائم ہو اور اس سلسلہ میں جلد سے جلد اسلامی دنیا کی نمائندہ کانفرنس منعقد کی جائے۔ چنانچہ

مجلس خلافت نے ایک وفد تشکیل دیا۔ جس کے ارکان یہ تھے۔

مولانا سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) رئیس وفد

مولانا عبدالقادر قصوری (م ۱۳۶۱ھ) رکن

مولانا عبدالحامد بدایونی (م ۱۳۵۱ھ) رکن

اس وفد نے دو ماہ جدہ میں قیام کیا مگر اس کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی اور یہ وفد اپنے مشن میں ناکام ہندوستان واپس آ گیا [۲۷]

حجاز میں مؤتمر عالم اسلامی کا انعقاد اور دوسری مرتبہ وفد خلافت کی قیادت......

۱۹۲۵ء میں سلطان ابن سعود مرحوم نے حجاز پر مکمل قبضہ کر لیا اور سلطان مرحوم نے نجد و حجاز کا نام تبدیل کر کے مملکت السعودیہ العربیہ نام رکھا۔ سلطان کے اس اقدام سے برصغیر کے مسلمانوں کی ایک قلیل جماعت نے اس کی مخالفت کی۔ مولانا محمد علی جوہر بھی اس جماعت میں شامل تھے۔ جب سلطان ابن سعود مرحوم کو اس کا علم ہوا، تو آپ نے مسئلہ حجاز کے سلسلہ میں تمام دنیا کے مسلمانوں کی ایک مؤتمر مکہ معظمہ میں طلب کی۔ اس میں بکثرت ملکوں کے وفود شریک ہوئے۔ مجلس خلافت نے بھی ایک وفد تشکیل دیا۔ جس کے رئیس وفد مولانا محمد علی جوہر تھے۔ سید صاحب نائب الرئیس منتخب ہوئے اور ارکان میں مولانا شوکت علی مرحوم اور شعیب قریشی شامل تھے۔

جمعیت العلماء کا بھی ایک وفد مکہ معظمہ گیا جس میں مولانا کفایت اللہ دہلوی رئیس وفد تھے اور ارکان میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا احمد سعید دہلویؒ اور مولانا عبدالحلیم شامل تھے۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا ایک وفد بھی مکہ معظمہ گیا جس کے رئیس وفد مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ تھے اور ارکان میں مولانا محمد جونا گڑھی دہلوی اور مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ شامل تھے۔

مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم نے اس اجلاس میں جو تقریریں کیں، ان سے برصغیر کے مسلمانوں کی علمی و دینی عظمت کا گہرا نقش شرکاء مؤتمر کے دلوں پر قائم ہوا۔ [۲۸]

ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیم ۱۹۲۳ء میں مولانا حکیم سید عبدالحئی الحسنیؒ نے انتقال کیا تو ان کی جگہ نواب علی حسن خانؒ خلف الصدق، مولانا سید نواب صدیق

حسن خان قنوجی رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) ندوۃ العلماء کے ناظم مقرر ہوئے تو آپ نے سید صاحب کو معتمد تعلیم مقرر کیا۔ سید صاحب نے اپنی معتمدی کے زمانہ میں مختلف حیثیتوں سے ندوۃ کی تجدید واصلاح کی۔ نصاب تعلیم میں ضروری اصلاح وترمیم فرمائی۔ تعلیم کے لائق اساتذہ کا انتخاب کیا۔ عرب دنیا کے نامور ادیب علامہ تقی الدین ہلالی المراکشی اسی دور میں ندوہ میں عربی ادب کے استاد مقرر ہو کر آئے۔[۲۹]

مدراس میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خطبات اکتوبر ۱۹۲۵ء میں مدراس کی اسلامی تعلیمی انجمن کی فرمائش اور اس کے سرپرست سیٹھ محمد جمال کی دعوت پر سیرت نبویؐ کے مختلف پہلوؤں پر ۸ خطبات لالی ہال مدراس میں ارشاد فرمائے۔ یہ خطبات سیرۃ نبوی کا جوہر ہیں۔ سید صاحب کے ان خطبات کا اس زمانہ میں خیر مقدم کیا گیا اور مدراس کے انگریزی اور اردو اخبارات نے اس کے اقتباسات شائع کئے۔[۳۰]

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد دوم، سوم اور سیرت عائشہؓ کی اشاعت

۱۹۲۰ء میں مولانا سید سلیمان ندوی لندن ہی میں تھے تو ان کے استاد مرحوم مولانا شبلی نعمانی مرحوم کی سیرت النبی جلد دوم شائع ہوئی۔ اس جلد میں مولانا شبلی مرحوم نے جو مباحث نامکمل چھوڑے تھے وہ سید صاحب نے مکمل کئے اور آپ لندن ہی میں تھے کہ آپ کی کتاب سیرت عائشہؓ شائع ہوئی۔ سید صاحب نے اس کتاب میں اپنے قلم کی ادب شناسی کا ثبوت دیا ہے۔ پوری کتاب میں ادب واحترام نچھاور ہوتا دکھائی دے گا۔ تمکنت قلم کو چومتی نظر آتی ہے۔ وقار ہر سطر میں سر تسلیم خم کئے ہوئے ہے۔[۳۱]

۱۹۲۴ء میں سیرت النبیؐ کی جلد سوم جس کا موضوع معجزات ہے، شائع ہوئی۔ اس کتاب میں واقعات کی تفتیش وتلاش اور مسائل ونظریات کی بحث وتحقیق میں جو محنت وکاوش اور دیدہ ریزی کی گئی ہے، اس سے سید صاحب کے ذوق مطالعہ، وسعت نظر اور تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ سید صاحب نے اپنی ساری فکری اور نظری بحثوں کی اساس قرآن مجید اور احادیث پر رکھی ہے۔[۳۲]

عرب وہند کے تعلقات پر خطبات مارچ ۱۹۲۹ء میں ہندوستانی اکیڈمی کی فرمائش پر الہ آباد میں عرب وہند کے تعلقات پر پانچ علمی خطبات دیئے۔ ان میں دونوں کے قدیم

تعلقات کو بڑی تفصیل سے پیش کیا اور برصغیر میں مسلمانوں کی جو حالت فتوحات سے پہلے تھی، اس پر روشنی ڈالی۔[۳۳]

عربوں کی جہازرانی پر خطبات مارچ ۱۹۳۰ء میں سید صاحب نے حکومت بمبئی کے محکمہ تعلیم کی دعوت پر عربوں کی جہازرانی پر چار خطبات دیئے۔ ان میں پہلے لغات عرب اور کلام مجید سے عربوں کی بحری واقفیت اور ان کی جہازرانی کا ثبوت دیا ہے۔ اسلام کے شروع دور کے علاوہ بنوامیہ، بنوعباس، فاطمین مصر اور بنی امیہ اندلس کے زمانہ میں جو بحری لڑائیاں ہوئیں، ان کی تفصیل بیان کی ہے۔[۳۴]

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد چہارم کی اشاعت ۱۹۳۲ء میں سیرت النبیؐ جلد چہارم شائع ہوئی۔ اس کا موضوع منصب نبوت ہے، لیکن اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت دنیا اور عرب کی مذہبی واخلاقی حالت، تبلیغ نبوت کے اصول اور اس کی کامیابی کے اسباب، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبرانہ کام کی تفصیل بتائی گئی ہے اور اس کے بعد اسلامی عقائد کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔[۳۵]

خیام کی اشاعت دسمبر ۱۹۳۰ء میں آل انڈیا ہسٹاریکل کانفرنس کے اجلاس پٹنہ میں سید صاحب نے ایک تاریخی وتحقیقی مقالہ خیّام کے عنوان سے پڑھا تھا۔ یہ مقالہ علمی حلقوں میں بہت پسند کیا گیا۔ سید صاحب نے اس پر مزید اضافہ کر کے اکتوبر ۱۹۳۳ء میں اس کو کتابی صورت میں شائع کیا۔ سید صاحب نے اس کتاب کی ترتیب میں سنین کی تحقیق اور تطبیق، واقعات کی تلاش وتفتیش، ماخذوں اور سندوں کے حوالوں اور خیام کی فلسفیانہ تصانیف کی جستجو میں جو فکر اور کاوش کی ہے۔ وہ ایک اہم علمی کارنامہ ہے۔ سید صاحب نے اس کتاب میں یہ ثابت کیا ہے کہ خیام اپنے زمانہ کا ایک بڑا فلسفی، ہیئت ونجوم وریاضیات کا بہت بڑا عالم اور فلسفی قسم کا صوفی تھا اور تحقیق سے اس بات کی تردید کی ہے کہ خیام ایک عیاش، بدمست اور رند لاابالی شاعر تھا۔[۳۶]

برصغیر کے علاوہ ایران اور افغانستان میں اس کتاب کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔[۳۷]

علامہ اقبال نے خیام کو پڑھ کر سید صاحب کو لکھا۔

> عمر خیام پر آپ نے جو کچھ لکھ دیا ہے اس پر اب کوئی مشرقی یا مغربی عالم اضافہ نہ کر سکے گا۔ الحمد للہ کہ اس بحث کا خاتمہ آپ کی تصنیف پر ہوا۔[۳۸]

سفر افغانستان اکتوبر ۱۹۳۳ء میں مولانا سید سلیمان ندوی نے نادر شاہ افغانستان کی طرف سے ایک علمی و تعلیمی دعوت پر علامہ اقبال اور سر راس مسعود وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ساتھ افغانستان کا سفر کیا۔ اس وفد نے افغانستان میں دس دن قیام کیا اور وہاں کے تراجم و تالیف کے ادارہ کو وسیع کرنے کے سلسلہ میں مفید مشورے دیئے۔ اس سفر میں علامہ اقبال اور سید صاحب ایک دوسرے سے جس طرح متاثر ہوئے۔ وہ اس بر صغیر کی علمی و دینی تاریخ کا بہت ہی روحانی اور دلکش باب ہے۔ اس وفد نے کابل، قندھار، غزنی، ہرات وغیرہ شہروں کو دیکھا۔ ان کے آثار و مشاہد اور علمی و تعلیمی اداروں کا معائنہ کیا اور افغانستان کے علمائے کرام اور عمائدین سے ملاقاتیں کیں۔[۳۹]

اس سفر کے سلسلہ میں سید صاحب نے سفرنامہ افغانستان بھی مرتب کیا۔ جو علمی، ادبی، تاریخی اور معلوماتی لحاظ سے ایک مستقل تصنیف بن گیا۔ سید صاحب نے سیر افغانستان کے نام سے اس سفرنامہ کی روئیداد معارف دسمبر ۱۹۳۳ء تا نومبر ۱۹۳۴ء ۱۲ نمبروں میں شائع کی۔[۴۰]

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد پنجم کی اشاعت نومبر ۱۹۳۵ء میں آپ کی کتاب سیرت النبی جلد پنجم شائع ہوئی۔ اس کا موضوع اسلامی عبادات کی توضیح و تشریح ہے۔ اس میں پہلے عبادات کی حقیقت اور اسلام میں اس کی قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ پھر اس کے فرائض خمسہ نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور جہاد پر علیحدہ علیحدہ مفصل بحث ہے۔[۴۱]

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ششم کی اشاعت نومبر ۱۹۳۸ء میں آپ کی کتاب سیرت النبی جلد ششم شائع ہوئی۔ اس جلد میں اسلام میں اخلاق کی اہمیت بتائی گئی ہے اور اس پر زور دیا گیا ہے کہ تعلیم محمدی نے اخلاق کی اہمیت کو عبادات سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔ اس کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ جو بات بھی کی گئی ہے اس کی تائید قرآنی آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیش کی گئی ہے۔[۴۲]

نقوش سلیمانی کی اشاعت دسمبر ۱۹۳۹ء میں آپ کی کتاب نقوشِ سلیمانی شائع

ہوئی۔ یہ آپ کے ان خطوں ' تحریروں اور مقدموں کا مجموعہ ہے 'جو اردو ادب وزبان سے متعلق ان کے قلم سے نکلے۔ آپ کی یہ کتاب اردو زبان کی پوری تاریخ اور گزشتہ چوتھائی صدی میں اردو سے متعلق جو مسائل پیش آئے ان کی پوری سر گزشت ہے[۴۳]

رحمت عالم کی تالیف واشاعت ۱۹۴۰ء میں آپ نے سیرت نبویؐ پر ایک مختصر کتاب رحمت عالم لکھی یہ کتاب بہت مقبول ہوئی۔ کئی مذہبی مدارس نے اس کو اپنے نصاب میں شامل کیا۔[۴۴]

اسلام کے سیاسی نظام کی تدوین اسلام کا اپنا ایک سیاسی نظام ہے۔ عربی میں ائمہ اسلام کی متعدد کتابیں اس موضوع پر ملتی ہیں ,مثلاً امام ابو یوسف کی کتاب الخراج یہ حکومت کے محاصل سے متعلق ہے۔ امام ابو عبید قاسم بن سلامؒ کی کتاب الاموال جس کا موضوع اسلامی مالیات ہے۔ امام ماورویؒ اور امام ابو یعلی نے الاحکام السلطانیہ کے نام سے کتابیں لکھیں۔ حافظ ابن القیمؒ نے الطرق الحکمیہ لکھی۔ جس کا موضوع نظام عدالت وقضاء ہے۔

اردو میں اس موضوع پر کوئی کتاب نہ تھی بلکہ متفرق چند مضامین ملتے تھے۔ پاکستان کی تحریک کے زمانہ میں جب اسلامی نظام کے قیام کا غلغلہ بلند ہوا۔ تو مسلم لیگ کی تحریک اور نواب محمد اسماعیل خان کی کوشش سے علماء اور اہل علم نے اس نظام کی کتابی تدوین کی طرف توجہ کی۔ چنانچہ ۱۹۴۱ء میں نواب احمد سعید خان چھتاری کی صدارت میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی 'جس کے ارکان یہ تھے۔

مولانا سید سلیمان ندوی ' مولانا شبیر احمد عثمانی ' مولانا آزاد سبحانی ' مولانا ابوالاعلیٰ مودودی 'مولانا عبدالحامد بدایونی 'مولانا عبدالماجد دریا آبادی اور ڈاکٹر ذاکر حسین خان۔

مولانا سید سلیمان ندوی اس کمیٹی کے کنوینر مقرر ہوئے۔

یہ مسلم لیگ کی فراخ دلی تھی کہ اس کمیٹی کے بیشتر ارکان مسلم لیگ کے ممبر نہ تھے۔ جنوری ۱۹۴۱ء میں اس کمیٹی کا اجلاس ندوۃ العلماء لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ اس میں طے پایا کہ مستند علماء اور جدید تعلیم یافتہ اہل علم کے مشورہ اور معاونت سے اسلامی سیاست واقتصادیات پر ایک کتاب تالیف کی جائے۔ چنانچہ اس کام کیلئے مولانا محمد اسحاق سندیلوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی خدمات حاصل کی گئیں اور انہوں نے بڑی محنت اور دیدہ ریزی

سے اسلام کے سیاسی نظام کے عنوان سے ایک کتاب تیار کی اور اس کی نقلیں تمام ارکان کے پاس بھیجی گئیں۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے اس میں نظر ثانی اور جا بجا ترمیم فرمائی! پھر حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ یہ کتاب اس وقت شائع نہ ہو سکی۔ ۱۹۵۶ء میں سید صاحب کا ترمیمی نسخہ دار المصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہو گیا ہے۔[۴۵]

حیات شبلی کی اشاعت حیات شبلی سید سلیمان ندوی کی آخری تصنیف ہے، جو فروری ۱۹۴۴ء میں شائع ہوئی۔ اس کو سید صاحب نے تین برس کی جانکاہ محنت کے بعد مکمل کیا۔ اس میں مولانا شبلی کے علمی کمالات واجتہادات اور ان کے زمانہ میں تمام تعلیمی اصلاحی اور قومی تحریکوں میں ان کی دلچسپیوں کا ایسا دلکش مرقع کھینچا ہے کہ ان کے نہ صرف خدوخال نمایاں ہو گئے بلکہ مسلمانانِ ہند کے پچاس برس کے علمی 'ادبی' سیاسی اور مذہبی واقعات کی تاریخ بھی قلم بند ہو گئی ہے۔[۴۶]

مولانا سید سلیمان ندوی ریاست بھوپال میں..... متحدہ ہندوستان میں ریاست بھوپال کو دینی لحاظ سے ایک خاص مقام حاصل تھا۔ مولانا شبلی نعمانی کو سیرۃ النبی کی تحریک اور سیرۃ عائشہ کی تالیف کی تحریک سید صاحب کو نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ والیہ بھوپال نے کی تھی۔

محی السنۃ مولانا نواب سید صدیق حسن خاں (م ۱۳۰۷ھ) کے زمانہ میں ریاست بھوپال نے علمی و تحقیقی لحاظ سے بہت ترقی کی اور نواب صاحب کے دور میں بھوپال علمائے کرام کا مرکز تھا۔ نواب سر حافظ حمید اللہ خاں مرحوم بڑے بیدار مغز حکمران تھے۔ انہوں نے نئے سرے سے دینی تعلیم کی طرف توجہ کی اور اس شعبہ کو پہلے کی طرح فعال اور سرگرم عمل بنانا چاہا۔ چنانچہ آپ نے مولانا سید سلیمان ندوی کو امیر جامعہ اور ریاست بھوپال کا قاضی القضاۃ مقرر کیا اور جون ۱۹۴۶ء میں سید صاحب بھوپال تشریف لے گئے۔ مگر ندوۃ اور دار المصنّفین سے بھی تعلق بدستور قائم رہا۔[۴۷]

حج بیت اللہ..... سید صاحب نے پہلا حج ۱۹۲۶ء میں جب مؤتمر عالم اسلامی کے اجلاس میں شرکت کے لئے گئے تھے 'کیا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں حج کا ارادہ کیا' لیکن تقسیم ملک سے آپ کو اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا اور آخر آپ ۱۹۴۹ء میں اس سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔[۴۸]

حج سے واپسی اور بھوپال سے علیحدگی...... ۱۵ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو سید صاحب جدہ سے روانہ ہوئے اور بمبئی پہنچے۔ بمبئی میں آپ کا قیام ایک ماہ رہا اور جنوری ۱۹۵۰ء کے تیسرے ہفتہ میں بھوپال پہنچے۔ اس وقت بھوپال کی ریاستی حیثیت ختم ہو چکی تھی۔ مسلمان ملازم رخصت ہو چکے تھے اور ان کی جگہ ہندو ملازم آ گئے تھے۔ سید صاحب نے جب یہ حالات دیکھے جو بہت دل برداشتہ ہوئے اور آپ نے امیر جامعہ اور قاضی القضاۃ کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ جو بخوشی منظور کر لیا گیا اور سید صاحب یکم جون ۱۹۵۰ء کو بھوپال سے رخصت ہو گئے۔[۴۹]

ہجرت اور قیام پاکستان...... مارچ ۱۹۴۹ء میں قراردادِ مقاصد پاس ہوئی جس کی رو سے پاکستان کو کتاب و سنت کے چوکھٹے میں لانا ضروری ہو گیا۔ اس ضرورت کے تحت طے پایا کہ پانچ جید اور مستند علماء کا ایک بورڈ قائم کیا جائے۔ خان لیاقت علی خاں مرحوم اور وزیر داخلہ خواجہ شہاب الدین مرحوم علامہ سید سلیمان ندوی کو مرکزِ نگاہ بنائے ہوئے تھے چنانچہ اس معاملہ میں جب مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم سے مشاورت کی گئی تو آپ نے فرمایا۔ طبقہ علماء میں صرف علامہ سید سلیمان ندوی ہی کی شخصیت اس کام کے لئے موزوں ہو سکتی ہے کیونکہ وہ جدید و قدیم کا سنگھم ہیں چنانچہ اتفاق رائے سے ایک بورڈ تشکیل دیا گیا اور مولانا سید سلیمان ندوی کو متفقہ طور پر بورڈ کا صدر منتخب کیا گیا۔ بورڈ کے ارکان حسب ذیل تھے۔

ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی، مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم، پروفیسر عبدالخالق مرحوم اور مولانا جعفر حسین مرحوم!

سید صاحب اس وقت بھوپال میں مقیم تھے۔ آپ کو وہاں اطلاع کر دی گئی، لیکن حالات کچھ ایسے پیدا ہوئے کہ سید صاحب ۱۵ر جون ۱۹۵۰ء سے پہلے کراچی نہ پہنچ سکے۔[۵۰]

اسلامی دستور کے خاکہ کی ترتیب...... دسمبر ۱۹۵۰ء میں سید صاحب کی صدارت میں ۳۱ علماء کا ایک اجتماع کراچی میں منعقد ہوا۔ جس میں شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث ہر مکتب خیال کی نمائندگی تھی۔ انہوں نے مجوزہ خاکہ بنا کر حکومت کو پیش کر دیا مگر یہ رپورٹ کالعدم ہو گئی اور وزیر اعظم لیاقت علی خان نے ایک کمیشن قائم کر دیا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ مروجہ قانون پر نظر ثانی کر کے اس کو شریعت کے مطابق بنایا جائے۔ اس کمیٹی

کے ارکان جسٹس عبدالرشید، جسٹس میمن اور سید صاحب تھے۔ سید صاحب کی سفارش پر مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم بھی اس کے رکن بنادیئے گئے۔[۵۱]

عالم اسلام کا علمی اعزاز...... ۱۹۵۲ء میں مصری علمی وادبی اکیڈمی "مجمع فواد الاول" نے سید صاحب کو اکیڈمی کا رکن منتخب کیا۔ یہ اعزاز برصغیر میں بقول مولانا مسعود عالم ندوی (م ۱۹۶۷ء) اس سے پہلے کسی کو نہیں ملا تھا۔[۵۲]

بھارت کا آخری سفر...... مارچ ۱۹۵۳ء میں سید صاحب نے بھارت کا آخری سفر کیا اور براستہ ڈھاکہ پہلے فتح پور تشریف لے گئے۔ وہاں سے آپ لکھنؤ تشریف لے گئے۔ جب آپ ندوۃ العلماء میں پہنچے تو یہ شعر پڑھا۔

میں اپنے گھر میں آیا ہوں مگر انداز تو دیکھو
میں اپنے آپ کو مانندِ مہمان لے کے آیا ہوں

تو سامعین اس سے بہت متاثر ہوئے۔ اس کے بعد مولانا سید سلیمان ندوی نے ایک بڑی پر اثر تقریر کی اور آخر میں طلبائے ندوہ کو یہ پیغام دیا۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا[۵۳]

آخری احوال...... تذکرۂ سلیمان کے مصنف غلام محمد صاحب لکھتے ہیں کہ سید صاحب نے وفات سے دو دن قبل فرمایا۔

> مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خواہش تھی کہ اپنی تصنیفات کے اہم مضامین یک جا کر دیں چنانچہ ان کی تصنیف بوادر النوادر کی تالیف اسی جذبہ کے تحت ہوئی تھی۔ میرا بھی جی چاہتا ہے کہ میرے منتشر مضامین "فن وار" کے ساتھ یک جا ہو جائیں۔[۵۴]

سید صاحب کی اس خواہش کی تکمیل ان کی وفات کے بعد ہوگئی۔ مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی (م ۱۹۷۴ء) آپ کے ۶۰ مقالات ۳ جلدوں میں شائع کر دیئے، جن کی تفصیل یہ ہے۔

مقالات سلیمان جلد اول تاریخی مقالات ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئی۔ تعداد مقالات = ۱۶

مقالات سلیمان جلد دوم علمی وتحقیقی مقالات ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی۔ تعداد مقالات = ۲۰

مقالات سلیمان جلد سوم مذہبی مقالات ۱۹۷۱ء میں شائع ہوئی۔ تعداد مقالات ۲۴

میزان = ۶۰

وفات...... انتظار کی مدت اب تمام ہوئی اور بقول کسی عارف ۔

من زتن عریاں شدم او از خیال می خرامم درنہایت الرجال

اتوار ۱۴ر ربیع الاول ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲ر نومبر ۱۹۵۳ء ساڑھے سات بجے شام انتقال کیا۔ اور ۲۳ر نومبر ۱۹۵۳ء صبح دس بجے مولانا شبیر احمد عثمانی کے مدفن کے قریب دفن ہوئے۔[۵۵]

برصغیر پاک وہند میں ماتم...... مولانا سید سلیمان ندوی کی وفات تنہا ایک شخص کی وفات نہ تھی بلکہ ایک جامع کمالات ہستی کی وفات تھی۔ جس کی علمی ضیاء باری سے پورا برصغیر منور رہا۔ جس کے کمالات کا آوازہ نصف صدی تک گونجتا رہا۔ اس لئے آپ کی وفات سے برصغیر پاک وہند میں صف ماتم بچھ گئی۔ ہر طبقہ کے اکابر نے آپ کی وفات پر بیانات دیئے۔ آپ کی یاد میں تعزیتی جلسے ہوئے۔ اخبارات ورسائل کے خاص نمبر نکالے گئے۔ شعرائے کرام نے تاریخی قطعات اور مرثیئے لکھے۔[۵۶]

سید عروج احمد قادری فرماتے ہیں۔

گلشن سیرت میں جس کے دم سے آئی تھی بہار
اے دریغا چل بسا دنیا سے وہ سیرت نگار[۵۷]

سید محمد منظور الرحمان اختر نے تاریخ ارتحال اس طرح نکالی۔

گفت رضواں بر در خلدش "جزاک"
باز گفتہ ادخلوھا خالدین ......[۵۸]

۳۱ + ۱۳۴۲ = ۱۳۷۳

حواشی

[۱] سید صباح الدین عبدالرحمان سوانح حیات (مضمون) معارف سلیمان نمبر ص ۱

۱؎ غلام محمد 'تذکرہ سلیمان ص۳۹
۲؎ حکیم سید عبدالحئ الحسنی نزہۃ الخواطر ج۸ص ۱۶۳ ۳؎ سید سلیمان ندوی معارف جولائی ۱۹۵۰ء
۴؎ سید سلیمان ندوی میری محسن کتابیں (مضمون) مشمولہ کتاب مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں مرتبہ عمران خاں ندوی ص۸
۵؎ شاہ معین الدین احمد ندوی حیات سلیمان ص۲۹
۶؎ سید صباح الدین عبدالرحمان 'سوانح حیات (مضمون) معارف سلیمان نمبر ص۵
۷؎ محمد نعیم صدیقی ندوی سید سلیمان ندوی شخصیت وادبی خدمات ص۶۷
۸؎ سید سلیمان ندوی' حیات شبلی ص ۲۲۷
۹؎ سید سلیمان ندوی مضمون رسالہ مستقل کراچی اکتوبر ۱۹۴۹ء ص ۱۸
۱۰؎ شبلی نعمانی 'مکاتیب شبلی ج ۲ ص۹۹ ج ۱ ص ۲۵۸' ج ۲ ص ۱۰۰' ج ۲ ص ۱۱۰
۱۱؎ سید سلیمان ندوی 'یادرفتگان ص ۴۴۴
۱۲؎ شاہ معین الدین احمد ندوی حیات سلیمان ص ۸۵
۱۳؎ صباح الدین عبدالرحمان سوانح حیات مضمون مشمولہ معارف سلیمان نمبر ۱۱
۱۴؎ سید سلیمان ندوی معارف جولائی ۱۹۱۶ء شذرات
۱۵؎ محمد نعیم صدیقی ندوی۔ سید سلیمان ندوی شخصیت وادبی خدمات ص ۷۰۳
۱۶؎ سید ابوالحسن علی ندوی' کاروان زندگی ج ۳ ص ۳۲۰
۱۷؎ شاہ معین الدین احمد ندوی۔ حیات سلیمان ص ۱۱۱
۱۸؎ اقبال نامہ مرتبہ شیخ عطاء اللہ ج ۱ ص ۸۰ مکتوب نمبر ۴
۱۹؎ مکاتیب ابوالکلام بنام سید سلیمان ندوی مطبوعہ رسالہ معارف اکتوبر ۱۹۵۳ء ص ۲۱۳
۲۰؎ عبدالمجید سالک رسالہ ماہ نو کراچی جنوری ۱۹۵۴ء ص ۲۵
۲۱؎ سید سلیمان ندوی' معارف ستمبر ۱۹۱۸ء شذرات ۲۲؎ سید صباح الدین عبدالرحمان' مولانا سید سلیمان کی تصانیف ایک مطالعہ ج ۱ ص ۶۳
۲۳؎ محمد نعیم صدیقی ندوی' سید سلیمان ندوی شخصیت وادبی خدمات ص ۷۸
۲۴؎ رئیس احمد جعفری' علی برادران ص ۶۳۴' ۲۵؎ سید سلیمان ندوی معارف جون ۱۹۲۰ء
۲۶؎ غلام محمد تذکرہ سلیمان ص ۶۰
۲۷؎ محمد نعیم صدیقی ندوی' مولانا سید سلیمان ندوی شخصیت وادبی خدمات ص ۸۱
۲۸؎ شاہ معین الدین احمد ندوی' حیات سلیمان ص ۲۸۶ ۲۹؎ شاہ معین الدین احمد ندوی حیات سلیمان ص ۲۸۹

۳۱ سید صباح الدین عبدالرحمان، مولانا سید سلیمان ندوی کی تصانیف ایک مطالعہ ج ا ص ۱۰
۳۲ سید صباح الدین عبدالرحمان، مولانا سید سلیمان ندوی کی تصانیف ایک مطالعہ ج ا ص ۱۱
۳۳ شاہ معین الدین احمد ندوی حیات سلیمان ص ۲۶۷
۳۴ سید صباح الدین عبدالرحمان، مولانا سید سلیمان ندوی کی تصانیف ایک مطالعہ ج ا ص ۱۴
۳۵ شاہ معین الدین احمد ندوی، حیات سلیمان ص ۳۹۲
۳۶ سید صباح الدین عبدالرحمان مولانا سید سلیمان ندوی کی تصانیف ایک مطالعہ ج ا ص ۱۷
۳۷ شاہ معین الدین احمد ندوی، حیات سلیمان ص ۴۰۵
۳۸ شیخ عطاء اللہ اقبالنامہ (مکاتیب اقبال) ج ا ص ۷۸
۳۹ شاہ معین الدین احمد ندوی، حیات سلیمان ص ۴۰۶
۴۰ سید سلیمان ندوی معارف دسمبر ۱۹۳۳ء تا نومبر ۱۹۳۴ء
۴۱ شاہ معین الدین احمد ندوی، حیات سلیمان ص ۴۳۱
۴۲ سید صباح الدین عبدالرحمان مولانا سید سلیمان ندوی کی تصانیف ایک مطالعہ ج ا ص ۲۰
۴۳ شاہ معین الدین احمد ندوی حیات سلیمان ص ۴۷۵
۴۴ شاہ معین الدین احمد ندوی حیات سلیمان ص ۴۸۵
۴۵ شاہ معین الدین احمد ندوی حیات سلیمان ص ۴۸۶
۴۶ سید صباح الدین عبدالرحمان مولانا سید سلیمان ندوی کی تصانیف ایک مطالعہ ج ا ص ۲۵
۴۷ شاہ معین الدین احمد ندوی، حیات سلیمان ص ۵۱۵
۴۸ غلام محمد، تذکرۂ سلیمان ص ۳۱۲، ۴۹ عبدالماجد دریا آبادی۔ مکتوبات سلیمانی ج ۲ ص ۲۳۸
۵۰ شاہ معین الدین احمد ندوی، حیات سلیمان ص ۵۵۶ ۵۱ غلام محمد، تذکرہ سلیمان ص ۳۴۳۔ ۵۲ غلام محمد، تذکرہ سلیمان ص ۲۴۰
۵۳ سید صباح الدین عبدالرحمان مضمون سوانح حیات معارف سلیمان نمبر ص ۴۶
۵۴ غلام محمد، تذکرہ سلیمان ص ۲۶۱
۵۵ شاہ معین الدین احمد ندوی، حیات سلیمان ۵۹۹
۵۶ شاہ معین احمد ندوی حیات سلیمان ص ۵۹۹
۵۷ " " ص ۶۹۴
۵۸ " " " ۶۹۹